

حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے مباحثے کے دوران فرماتے ہیں:

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَيْنِي مِنْهُ رَحْمَةً
فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ۝
(صالح نے کہا اے میری قوم! بھلا دیکھو! اگر میں اپنے رب کی
ایک واضح دلیل پر ہوں اور اسی نے مجھے رحمت بھی عطا کی پھر اس
کی نافرمانی کروں تو اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے
گا؟ تم تو میرے نقصان میں اضافہ کر رہے ہو۔) [سورہ ہود: ۶۳]

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے اپنی تولیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ بِقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ
رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أَرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَكُمُ عَنْهُ ط إِنْ
أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ [سورہ ہود: ۸۸]

(شعیب نے کہا: ”اے میری قوم! دیکھو! اگر میں اپنے رب کی
طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور مجھے اللہ نے اچھا رزق
بھی دیا ہو [تو کیسے تمہارا ساتھ دوں؟] میں نہیں چاہتا کہ جس
بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود ہی اس کے خلاف کروں،
میں تو جہاں تک ہو سکے اصلاح ہی چاہتا ہوں اور مجھے توفیق نصیب
ہونا تو اللہ کے فضل سے ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی
طرف رجوع کرتا ہوں۔)

الانعام کی آیت: ۵۷ میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی رہنمائی کرتے ہوئے حکم دیا:

قُلْ اِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ط [الانعام: ۵۷]

(تم کہدو [اے نبی مکرم ﷺ] کہ میں میرے رب کی طرف

سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو!)

محولہ بالا چاروں آیتوں میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان مکرم و معظم حضرات کی طرف سے پیش کردہ وہ جواز جو انہوں نے اپنے ”مامورین من اللہ“ و ”مہدین من اللہ“ و ”مرسلین من اللہ“ ہونے کے ثبوت میں اپنی قوم کے سامنے پیش کیا، اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو اشخاص دعوتِ الی اللہ کے کام پر اللہ کی طرف سے مامور کیے جاتے ہیں؛ بلا تفریق اس امر کے کہ وہ شریعتِ جدیدہ لائے ہوں یا پہلے سے موجود شریعت کی تبلیغ پر مامور ہوں علیٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي کے دعویدار ہوتے ہیں! ان کے ذمہ بندوں کو اللہ، اس کے احکامات اور آخرت میں کیے جانے والے احتساب اور جزاء و سزا سے آگاہ کرنا، خوشخبری دینا اور خاتمہ بالخیر کی طرف رہنمائی کرنا ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم ایک اور آیت کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ یہاں انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ آیت عرصہ دراز سے غلط تراجم اور تاویلات کا شکار رہتی چلی آرہی ہے! غالباً یہ صورتحال محض اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ ہر مفسر اپنی ”memory“ میں ”ممنوعات“ کی ایک فہرست رکھتا ہے جو mind conditioner اور ”گورنر“ کا کام کرتی رہتی ہے جس کے سبب لوگ اس مخصوص آیت کے ضمن میں نبوتِ تشریحی و نبوتِ غیر تشریحی کے فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے irrelevant approach اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر مترجمین و مفسرین حضرات نزول ”عذاب الاکبر“ کی اہم ترین ضرورت جو کہ بالاتفاق ”اتمامِ حجّہ“ جانی جاتی ہے، کی تفصیلات و اشراط اور ”عدل الہیہ کے طریقہ کار“ کی تفصیلات کیساتھ ساتھ انبیاء و مرسلین کی اقسام کو بھی ذہن میں رکھتے ہوئے ترجمہ و تفسیر رقم کریں تو صحیح تراجم و تقاسیر سامنے آسکتی ہیں! راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس ضمن میں راقم الحروف کا لکھا ہوا مضمون ”انبیاء و مرسلین کی اقسام“ معاون و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

صورتِ حال کی تصحیح کی اس کاوش کے دوران ہم اس آیت میں مذکور ایک خاص شخصیت کے ”گم کردہ شخص“، کو متعین اور متعارف کرنے کی کوشش کریں گے جو امت مسلمہ کے علماء کی اکثریت نے کلی طور پر نظر انداز کی ہوئی ہے۔ زیر بحث آیت بمعہ اردو ترجمہ کے بیان کی جا رہی ہے۔ جس کا ترجمہ سعودی حکومت کی جانب سے تحفۃً تقسیم کیے جانے والے مطبوعہ نسخے ”قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر“ سے لیا گیا ہے جس کے مترجم محمد جونا گڑھی صاحب ہیں:

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْتِنَا مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدًا مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ
 كِتَابٌ مُّوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۗ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ
 بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ ۖ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۗ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ
 الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (کیا وہ شخص
 جو اپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی طرف کا
 گواہ ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب [گواہ ہو] جو پیشوا اور رحمت
 ہے (اوروں کے برابر ہو سکتا ہے؟)۔ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان
 رکھتے ہیں، اور تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہو اس کے آخری
 وعدے کی جگہ جہنم ہے، پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہ، یقیناً
 یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان
 لانے والے نہیں ہوتے۔) [سورہ ہود: ۱۷] صفحہ ۶۰۳

اس آیت کی ابتداء ایک سوال سے ہوتی ہے چنانچہ مترجمین اپنے تراجم کی ابتداء سوالیہ انداز میں شروع تو کر دیتے ہیں مگر اپنی طرف سے داخل کردہ اضافی الفاظ کے بغیر
 یہ واضح نہیں کر پاتا ہے کہ ”سوال“ کھان ختم ہو رہا ہے!

دوسری بات جو دیکھنے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اس مخصوص آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے اکثر مترجمین تو سین میں اپنے ”کنڈیشنڈ مائینڈ“ سے حاصل خیالات بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ پچھلے صفحہ پر پیش کردہ ترجمہ میں کیا گیا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح مضمون مکمل نظر آئے، خواہ اُن کے اضافہ کردہ الفاظ کے مطالب مکلف کو اصل مضمون سے دور ہی کیوں نہ کر دیتے ہوں!

مثلاً زیر غور آیت کا اندازِ مخاطب **تقابل و مقابلہ یعنی comparison**

نہیں ہے بلکہ **استفسار** ہے۔ اس استفسار کو بمعہ اس کے صحیح رخ کے برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اگر ہم آیت کے سوال کا اندازِ مخاطب و رخ **استفسار کے بجائے** ”تقابل و مقابلہ“ کی طرف کر دیں تو معنوی تحریف کا ارتکاب ہو جاتا ہے! پچھلے صفحہ پر آیت کے ترجمہ میں تو سین میں بیان کردہ اضافی جملے ”**اوروں کے برابر ہو سکتا ہے**“ کے الفاظ سے یہی کام انجام دیا گیا ہے! اسی سنج پر آیت کی تفسیر بھی کی گئی ہے۔ جس کے ایک حصہ کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کو اندازہ ہو جائے کہ مفسر علامہ صلاح الدین کی تفسیر قابلِ اعتراض کیوں ہے۔

لکھتے ہیں..... ”يَتْلُوهُ...“ کے معنی ہیں، اس کے پیچھے۔ یعنی اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک گواہ بھی ہو، گواہ سے مراد قرآن یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو اس فطرتِ صحیحہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تو رات بھی جو پیشوا بھی ہے اور رحمت کا سبب بھی۔“ [صفحہ: ۶۰۳]

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ مترجم محمد جو ناگزہی نے ”دو“ گواہ گنوائے ہیں: ایک وہ جسے ”**اللہ کی طرف کا گواہ**“ بتایا ہے جس سے غالباً ان کا اشارہ جبرائیل کی طرف ہے جب کہ دوسرا گواہ **موسیٰ کی کتاب** کو قرار دیا ہے! مگر جب مفسر صاحب نے گورہ کھولی تو انہیں موسیٰ کی کتاب کے علاوہ، ایک کے بجائے اللہ کی طرف کے دو گواہ نظر آئے! قرآن مجید اور محمد ﷺ! مگر غالباً اپنی اس ”ایمان افروز تفسیر“ سے وہ خود بھی مطمئن نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے قاری کو ”اختیار“ دیدیا کہ وہ قرآن یا محمد ﷺ میں سے کسی ایک کو گواہ مان لے! [واللہ اعلم]

اصل حقیقت یہ ہے کہ يَتْلُوْا فعل مضارع ہے۔ اس لفظ کے معنوں اور مصدر کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی ”مفردات القرآن“ کے صفحہ نمبر: ۱۳۶ پر لکھتے ہیں:

”تَلَاَهُ [ن] کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے کے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی اجنبی کوئی چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور پر ہوتا ہے اور کہیں تو اس کے احکام کی اتباع کرنے سے، اس معنی میں اس کا مصدر تَلُوْا اور تَلُوْا آتا ہے اور کبھی یہ متابعت کسی کتاب کی قراءت (پڑھنے) اور اس کے معنی سمجھنے کے لیے غور و فکر کرنے کی صورت میں ہوتی ہے اس معنی کے لیے اس کا مصدر تَلَاوَةٌ آتا ہے۔ اور آیت کریمہ: - وَالْقَمَرَ اِذَا تَلَاَهَا (۲۹۱-۲) [اور چاند کی قتم جب وہ سورج کی اتباع کرتا ہے] میں سورج کا اتباع بلحاظ اقتداء اور مرتبہ مراد ہے اور یہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا اور وہ سورج کے لیے بمنزلہ خلیفہ کے ہے!“

اسی لفظ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی صاحب نے آیت کریمہ کے آخری حصہ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:.....”[اس] کے معنی یہ ہیں کہ: ایسا شاہد جو اس کی پیروی کرتا ہے اور اس کے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے۔“

ان توضیحات کے تحت اگر ہم [مترجم کی طرح] جبرائیل اور توراہ کو شاہدین تسلیم کر لیں تو مفہوم نکلے گا: جبرائیل اور کتاب موسیٰ صاحبِ پیٹہ کی پیروی کرتے ہیں رکرینگے۔ [نعوذ باللہ]

اور اگر ہم مفسر صلاح الدین صاحب کے عطا کردہ ”اختیار“ کے تحت قرآن کو شاہد تسلیم کر لیں تو قرآن، صاحبِ پیٹہ کی پیروی کرتا ہے رکرینگا، کا مفہوم سامنے آتا ہے! بالکل یہی صورت حال حضرت محمد صلی علیہ وسلم کو ”شاہد“، تسلیم کرنے سے پیدا ہو جاتی ہے! [عنہ نعوذ باللہ]

[واضح رہے کہ محولہ بالا تحریر میں مفہوم کے اہم نکات کی طرف توجہ دلانے کیلئے عبارات کو راقم الحروف نے انڈر لائن کیا ہے]

یہ صورت حال اس لیے پیدا ہو رہی ہے کہ مترجمین اُن دلائل سے صرف نظر کر رہے ہیں جس کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ”شاہد“ ثابت ہوتے ہیں اور اُن کا مشن بھی صاحبِ پیہ کی اتباع میں ”مذہبِ ما کتاب اللہ و اتباع سنتِ رسول اللہ“ کی تبلیغ کا اعادہ طے پاتا ہے جو کہ لفظِ یَسْلُو میں موجود ”اتباع“ کے مفہوم کے تقاضے کی تعمیل ہے! یہ تاویل ایک سے زیادہ دلائل کی بناء پر صحیح ہے مگر سب سے ”واضح دلیل“ یہ ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بعثت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنی اُس ”حجۃ“ کا اتمام کریں گے جو انہیں ”اصولِ نزولِ عذابِ الاکبر“ کے تحت قیامت کے برپا کئے جانے کا ”استحقاق“ مہیا کر دیتی ہے! اسی اصول کے تحت دونوں حضرات امتِ محمدیہ کے منذرونِ ذکر [الشعراء] تسلیم ہوتے ہیں!

لہذا ان مستند علمی اور منصوص حوالوں کے سامنے آجانے کے بعد نہ تو قرآن مجید کو ”شاہد“ تسلیم کیا جاسکتا ہے، نہ ہی کتابِ موسیٰ کو، نہ ہی نبی کریم ﷺ کو اور نہ ہی جبرائیل علیہ السلام کو! ان امور کی مزید تفصیل آگے بھی پیش کی جا رہی ہے۔

بد قسمتی اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جب سے ہم نے اوروں کے تراجم کو قبول کرنا اور تقاسیر پر اعتماد کرنا شروع کر دیا ہے، ہمارا اصل عقیدہ گم ہو گیا ہے! چنانچہ آج جو ترجمہ ”قوم“ میں مقبول ہے، متقاضی ہے کہ ہم اس اہم تسامح کی طرف توجہ دیں!

اس حقیر و ناچیز کا خیال ہے کہ آیتِ کریمہ کا صحیح ترجمہ قرطاس پر منتقل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ چند اہم سوالات کے جوابات حاصل کر لیے جائیں جو کہ ذہن میں پیدا ہوتے ہیں! راقم الحروف نے کوشش کی ہے کہ سوالات کے ساتھ ان کے جوابات بھی دے دیئے جائیں تاکہ صورت حال واضح ہوتی چلی جائے اور ”مراد اللہ“ سامنے آجائے!

☆ اس آیتِ کریمہ میں کیئے گئے سوال کا ”اول مخاطب“

کون ہے؟ نبی کریم ﷺ ہیں یا کوئی اور ہے؟

جواب: آیتِ کریمہ کے اول مخاطب خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!

☆ زیرِ غور آیت میں اللہ کی طرف سے بیّنہ پر ہونے کا

دعویدار کون ہو سکتا ہے؟

جواب: بیّنہ پر اللہ کی طرف سے مامور دعویدار صرف ایک ”خاص فردِ مومن“ ہی ہو سکتا ہے۔

☆ آیت میں جس شاهد کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ شاهد کون

ہے؟... کوئی ناطق و عاقل یا غیر ناطق و غیر عاقل؟

جواب: جیسا کہ پچھلے صفحات پر ثابت کیا جا چکا ہے، وہ شاہد ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام“ ہیں جو کہ ناطق و عاقل، بینا اور آزاد انسان ہیں۔ اس ضمن میں عربی زبان کی قواعد کے اُس اہم اصول کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے جس کے تحت انسان، جن اور ملائکہ کے علاوہ دیگر تمام موجودات غیر عاقل تسلیم ہوتے ہیں! [بحوالہ ”معلم لغات القرآن“، صفحہ: ۱۴۰]

☆ قرآن ناطق ہے یا صامت؛ عاقل ہے یا غیر عاقل؟

جواب: علماء نے قرآن مجید کو غیر عاقل و غیر ناطق اور صامت [خاموش] تسلیم کیا ہے!

☆ کیا غیر عاقل و غیر ناطق یا صامت گواہی دے سکتا ہے؟

جواب: ”غیر عاقل و صامت“، شخص ہو یا کوئی اور چیز؛ گواہی نہیں دے سکتے۔

☆ ”گواہ“ اور ”article of evidence“ میں کیا فرق ہے؟

جواب: دنیاوی قانون و عدالت، گواہ اس انسان کو تسلیم کرتے ہیں جو ناطق ہو، عاقل ہو بالغ و بینا ہو جس سے کہ حاضرین عدالت کے سامنے سوالات کیے جاسکتے ہوں اور ان کے جوابات بھی حاصل کیے جاسکتے ہوں جنہیں حاضرین عدالت سن سکتے ہوں! اس کے برخلاف قانون کی نظر میں article of evidence ایک بے جان، غیر ناطق، شعور، سماعت و بینائی سے مبرا اور خاموش چیز ہوتی ہے جس سے نہ تو سوال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی گواہی لی جاسکتی ہے! یہ بھی واضح رہے کہ غیر عاقل و صامت و غیر ناطق، ہوش و حواس سے مبرا چیز جو گواہی سے قبل حلف نہیں لے سکتی؛ ایسی کسی چیز کو دنیاوی قانون و عدالت ”گواہ“ تسلیم نہیں کرتے!

☆ اصول فقہ کے تحت گواہ کسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: صرف ایک عاقل، بالغ، ناطق، بینا اور آزاد انسان کو ”گواہ“ تسلیم کیا جاتا ہے اور چونکہ گواہ تسلیم کیے جانے کی بنیاد گواہ کے ”مشاہدہ“ پر رکھی جاتی ہے اسوجہ سے اس ”شاہد“ کو ”یعنی گواہ“ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ مزید یہ بھی کہ اسی مشاہدے کے سبب وہ ”تصدیق“ کرنے اور گواہی دینے کے لائق تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہذا واضح ہوا کہ مشاہدے کے بغیر گواہی ناقص اور ناقابل قبول گواہی شمار ہوگی۔ خیال رہے کہ آیت میں مذکور شاہد کو شہادۃ آخرت میں نہیں دینی ہے جہاں ہر چیز گواہ کامل کی طرح گواہی دیگی بلکہ اسی دنیا میں دنیا والوں کے استفادے کے لیے دینی ہے۔ مگر چونکہ ہم روزمرہ کی گفتگو یا تحریرات میں ”تاریخ گواہ ہے“ یا ”قرآن گواہ ہے“ جیسے جملے استعمال کرنے، سننے اور پڑھنے کے عادی بن چکے ہیں اس وجہ سے ہماری اس **عَلَّت ثانیہ** سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ادیبوں کے علاوہ مفسرین نے بھی قرآن اور تاریخ کو بطور گواہ پیش کرنا شروع کر دیا حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ایسے جملوں کا استعمال دراصل ایک ادبی اسلوب و انشاء پر دازی کا مظاہرہ ہوتا ہے جسے صرف ادبی دنیا تک محدود رکھنا چاہیے۔ کیونکہ عقائدی معاملات میں اس قسم کی انشاء پر دازی گمراہی کا باعث بن جاتی ہے!

مختصر یہ کہ ان حقائق کے پیش نظر کسی دنیاوی عدالت میں آسمانی کتاب ہو یا کوئی اور کتاب یا تحریر ہو؛ اسے بطور **article of evidence** تو پیش کیا جاسکتا ہے مگر من حیث **eye-witness** کبھی نہیں پیش کیا جاسکتا!

☆ ”عینی گواہ“ کس چیز کی شہادت دیکھا؟

جواب: ”مِشَاقُ النَّبِيِّ“ [آل عمران: ۸۱] والی مجلس وہ مجلس تھی جہاں سارے ”شاہد و مشہود“ نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور متعارف ہوئے تھے۔ اسی مجلس میں اللہ سبحان و تعالیٰ سے کیئے گئے ”عہد“ کا پابند ہونے کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بھی دوبارہ تشریف لائینگے، دنیا والوں کے سامنے حضرت مہدی علیہ السلام کے ”بینہ“ پر ہونے کی گواہی دینے کے مکلف ہیں!

☆ کیا آیت میں مذکور ”گواہ“ کی بعثت سے قبل کتاب

موسیٰ [علیہ السلام] پائی جاتی تھی؟

جواب: جی ہاں! آیت میں مذکور ”یعنی گواہ“، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل اس دنیا میں کتاب موسیٰ موجود تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ”گواہ“ تسلیم کرنے میں ہماری مدد و رہنمائی کرتی ہے!

☆ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی ابتداء ایک سوال سے کی ہے۔

اس سوال کی تکمیل کن الفاظ پر ہو رہی ہے؟

جواب: ”سوال“ اولئک یومنون بہ پر ختم ہوتا ہے! لفظ اولئک بمعنی وہ لوگ ”مشار الیہ بعید“ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اشارہ اس قوم موعودہ کی طرف ہے جس کا تذکرہ سورہ المائدہ کی آیت: ۵۴ [فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ آخر تک] میں پایا جاتا ہے اور جنہیں سورہ الجمعہ کی آیت نمبر: ۲ میں ”متاخرین“ تعبیر کیا گیا ہے۔

☆ آیت میں ”فرقوں“ [احزاب] سے کیا مراد ہے؟

جواب: فرقوں سے اللہ تعالیٰ کی مراد مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے فرقوں کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی مقصود ہیں اور چونکہ نبی کریم ﷺ، رسول العالمین ہیں پس ان کی تعلیمات کا احیاء کرنے والا بینہ پر مامور شخص جو منذرون ذکر علی [الشعراء: ۲۰۸/۹] کے لیے reminder کی حیثیت رکھتا ہے، وہ بھی ساری دنیا کے لوگوں کے لیے reminder کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس دنیا کے وہ تمام لوگ جو اس کا انکار کریں گے ان کے لیے بھی آگ کا وعدہ کیا گیا ہے بشرطیکہ اس کی دعوت ان لوگوں تک پہنچی ہو!

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ”بینہ“ پر ہونے والے فرد کے

منکرین کی کیا سزاء مقرر ہے؟

جواب: جو لوگ بَیِّنَةٌ پر ہوتے ہیں ان کے منکرین سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا گیا ہے!

لہذا آیتِ کریمہ کا ترجمہ ان الفاظ میں سامنے آتا ہے:

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ ۖ كَيْفَ أَكْرَمُوهُنَّ بِمَنْزِلَتِنَا مِنْهُنَّ بَلْ كَانُوا بِآيَاتِنَا أَكْفَرًا ۚ
 وَتَلَوْنَهُ شَاهِدًا مِّنْهُ ۗ

اور پیچھے آتا ہوا اتباع کرتا اس کی، ایک گواہ، اس کے رب کی طرف سے
 وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ

اور اُس [گواہ] سے پہلے [موجود] ہو کتابِ موسیٰ،
 إِمَامًا وَرَحْمَةً ۗ

اُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ
 [تو] وہ لوگ [متاخرین] ایمان لائیں گے اس [شخص] پر؟

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ
 اور جو کوئی فرقہ انکار کریگا اس [شخص] کا،

فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۗ

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ
 پس تو [اے نبی مکرّم ﷺ] شبہہ میں نہ رہ اس [امر] سے!

إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۗ
 اور لیکن [باوجود اسکے] اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے!

قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ آیت کا سوالیہ حصہ گواہ کی شناخت کروانے میں ہر طرح

سے ہماری رہنمائی کرنے والے الفاظ پیش کرنے کے علاوہ دیگر اہم سوالات کے جوابات بھی

مہیا کر دیتا ہے! مثلاً یہ کہ ”صاحبِ پیغمبر“ کون ہے اور کن لوگوں کے ایمان لانے کے بارے

میں سوال کیا جا رہا ہے! اس سلسلہ میں بیٹا را حدیث، نبوی ﷺ بھی ہماری رہنمائی کرتی ہیں

خصوصاً مندرجہ ذیل حدیثِ نبوی ﷺ بڑے واضح طور پر ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ راقم

الحروف یہ بھی سمجھتا ہے کہ مذکورہ بالا ترجمہ کو درج ذیل حدیثِ نبوی ﷺ کی تائید اس امر

میں بھی حاصل ہے کہ حدیث میں مذکور تینوں حضرات ہادیانِ برحق ہونے کے سبب ”دافع

ہلاکت“ امت ہیں اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ السلام کے

بعد کے زمانے میں تشریف لارہے ہیں۔ حدیثِ نبوی ﷺ ملاحظہ فرمائیں:

کیف تہلک امتی انافی اولہا عیسیٰ ابن مریم فی آخرہا و
المہدی من عترتی فی وسطہا (میری امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے؟
میں پہلے ہوں اس [امت] کے، عیسیٰ ابن مریم آخر میں ہیں اس کے
اور المہدی میری عترت سے، درمیان میں ہیں اسی [امت] کے)
[المختلۃ المصاح]

لہذا ثابت ہوا کہ بیسنہ پر ایک خاص اور بڑی حد تک معروف شخصیت مامور ہے،
جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ”شخص“ کے پیچھے آنیوالا گواہ [یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت] بھی
ایک معروف و جانی پہچانی ”اللہ کی نشانی“ ہے جو اپنی ”پہلی بعثت“ کے زمانہ کے تعین سے
پہچانی جا رہی ہے اور یہ تعین منجانب اللہ ”کتاب موسیٰ“ کی موجودگی کے تذکرے سے مربوط
و مستحکم کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کو ”گواہ“ تسلیم
کرنے کا ہر ممکن راستہ بند ہے ماسواء اس راستہ کے جو سورہ الحجج کی آیت ۴۲ کے تحت شیطان
اور اس کے دھوکے میں آنیوالوں لیے کھلا چھوڑا گیا ہے، بالخصوص ان سوالات و جوابات کی شکل
میں پیش کیے گئے جو اذات کے پیش نظر جو پچھلے صفحات میں آیت کا ترجمہ پیش کرنے سے پہلے
بیان کر دیئے گئے ہیں۔

اصل کسوٹی:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ”من“ سے مراد ایک خاص شخص یعنی ”المہدی“ ہے جس
کی بعثت مذکورہ بالا حدیث کے تحت قیامت [عذاب اکبر] کی وسطی نشانیوں میں متعین کر دی گئی
ہے، جو نہ صرف امتِ محمدیہ کی ہلاکت کا دافع ہوگا بلکہ ایک ”قوم موعودہ“ کا
”ہادی“ بھی ہوگا!

اس ضمن کی سب سے خوش آئند بات یہ ہے کہ اس ”قوم“ کو پہچانا مشکل نہیں کیونکہ اس ”قوم“ کے لائے جانے کی وجہ اور اس کی صفات کا تعین سورہ المائدہ میں کر دیا گیا ہے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس آیت کا مضمون ہمارے لیے ایک سے زیادہ وجوہات کی بناء پر اصل کسوٹی کا رول ادا کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي
اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى
الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (اے ایمان
والو! تم میں سے جو لوگ بھی اپنے دین سے پھر جائیں تو [جان
لو کہ] اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب
ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔ وہ [لوگ] نرم دل
ہونگے مومنین پر اور سخت اور تیز ہونگے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد
کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کریں گے، یہ اللہ
تعالیٰ کا فضل ہے؛ وہ جسکو چاہے عطا کر دے! اللہ تعالیٰ بڑی
وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔) [سورہ المائدہ

آیت: ۵۴]

قارئین نے نوٹ کیا ہوگا کہ مذکورہ بالا آیت اُس کیفیت کا ایک مکمل منظر نامہ پیش کرتی ہے جس میں وہ سارے عناصر، حالات اور وجوہات بیان کر دیئے گئے ہیں جو ایک خاص صفات سے متصف و مامور قوم کو ایک خاص صورت حال میں وجود پذیر کیے جانے کا سبب بنیں گے! واضح رہے کہ ”قوم“ کے بھیجے جانے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ”فضل“، تعبیر کیا ہے جو اپنی دیگر تاثیرات کے علاوہ امت کی ”ہلاکت“، دفع کرنیکی تاثیر بھی رکھتا ہے!

مخفی مباد کہ آیت میں مذکور ”مومنین کا ارتداد“ نزولِ عذابِ اکبر کی اشراط میں سے ایک خاص شرط مانا جاتا ہے، اس وجہ سے مَنْ كَانَ عَلَيَّ بَيِّنَةً مِنْ رَبِّهِ میں مذکور شخصیت اور اس کا گواہ، دونوں کو ”معروف و جانے پہچانے افراد“ تسلیم کرنے پر ہم مجبور ہیں!

آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اس قوم کا ”عرب“ ہونا قطعی ضروری نہیں! جب کہ ”قوم“ کی صفات بیان کرنے میں ایک اہم مصلحت یہ واضح کرنا نظر آتی ہے کہ اگر کوئی ”خود ساختہ قوم“ کسی غیر مامور من اللہ ”مام“ کو نیک خصلت اور ”بیسنہ“ پر مامور شخص ثابت کرنے میں کسی طرح کامیاب ہو بھی جاتی ہے تب بھی بات جلد یا بدیر خود بخود ناقابلِ قبول ثابت ہو جاتی ہے! کیونکہ کاذب فریقین (یعنی ہادی اور مزعومہ قوم) کے اقوال و افعال کا تضاد ”ہادی“ کی زندگی ہی میں سامنے آ جاتا ہے اور دعوے کے خدوخال expose ہو جاتے ہیں۔ تاریخِ اسلام کے ماضی میں ایسی بیشمار مثالیں دیکھنے میں آئی ہیں!

مومنین کے ارتداد کے بعد ”قوم“ کے بھیجے جانے کی نشانی یا علامت، کھرے کھوٹے کی شناخت میں لوگوں کی مدد تو ضرور کرتی ہے مگر اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی کاذب مدعی کو ”مَنْ كَانَ عَلَيَّ بَيِّنَةً مِنْ رَبِّهِ“ کا مصداق ہرگز ثابت نہیں ہونے دے گی!

جس کی وجہ یہ ہے کہ سچے مامور من اللہ ”ہادی و امام“ کی پہچان اس کے اپنے حالات، اقوال و افعال کے علاوہ اس کے صحابہ کے حالات، اقوال اور وہ اعمال بھی ہیں جو سورہ المائدہ کی مذکورہ آیت میں بیان کیئے گئے ہیں! چنانچہ ”داعی“ کے ”صحابہ“ اس ”قوم“ کے سب سے اہم لوگ ہوتے ہیں اور ”وَالَّذِينَ مَعَهُ“ [سورہ الفتح: ۲۹] کے مثل ہوتے ہیں کیونکہ اُس ”ہادی“ سے ”راست و بلا واسطہ فیضیاب“ ہونے والے صرف یہی لوگ ہوتے ہیں۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ ان صفات کی گرفت، مطابقت و اہلیت ان کے بعد کے لوگوں یعنی ان کے تابعین و تبع تابعین وغیرہ میں بتدریج کم ہوتی چلی جاتی ہے؛ جیسا کہ اصحاب نبی ﷺ کے تابعین اور تبع تابعین کے حالات سے بھی اسی روش کی بازگشت سامنے آتی ہے۔

قرآن مجید کا ایک اہم طریقہ نصیحت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بات کو سمجھانے اور واضح کرنے کے لیے مضمون کو ایک سے زیادہ بار دہراتا ہے۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس قوم کی اہم علامات سورہ مجادلہ کی آخری آیت میں بھی دہرائی گئیں اور نبی کریم ﷺ کو بتا دیا گیا کہ:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۗ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۗ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اے نبی کریم ﷺ) تم [دیکھ اور مل] نہ پاؤ گے ایک قوم [کو] جو ایمان لائیں اللہ اور یوم آخرت پر۔ یہ [ایسی قوم ہے جو] اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے دوستی کی خواہش نہیں رکھتی!! چاہے وہ [مخالف لوگ] ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ [قبیلہ] والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور مدد کریگا [اللہ اس قوم کی] ”روح منہ“ سے! اور جنہیں داخل کریگا ان جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش! یہ اللہ کا گروہ ہیں، آگاہ رہو کہ اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب ہیں۔) [سورہ مجادلہ: ۲۲]

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس آیت کو ”کتاب تمہید“ میں مذکور ایک حدیث کی تائید حاصل ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ سے فرمایا: اے ابو ذرؓ! کیا تم جانتے ہو مجھے کس بات کا غم ہے اور میری کیا فکر ہے اور مجھے کس چیز کا اشتیاق ہے؟ یہ سن کر آپ ﷺ کے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں خبر دیجئے کہ آپ کو کس بات کا غم ہے اور کیا فکر ہے اور

اور کس چیز کا آپ کو اشتیاق ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

آہ! مجھے شوق اپنے بھائیوں کی ملاقات کا ہے جو میرے بعد ہونگے ان کی شان انبیاء کی شان ہوگی اور وہ اللہ کے پاس شہیدوں کے مقام والے ہوں گے جو اللہ کی خوشنودی کی طلب میں باپ، ماں، بھائی، بہنوں بیٹوں اور بیٹیوں سے بھاگیں گے وہ اپنی دولت ذریعہ معیشت اللہ کے واسطے چھوڑے رہیں گے، اپنے آپ کو تواضع سے حقیر کیے رہیں گے، نفسانی خواہشات، دنیاوی لغویات کی طرف راغب نہ ہوں گے۔“ (صفحہ: ۱۲۲، ۱۲۳؛ شاہد ولایت)

قارئین اس بات سے اتفاق کریں گے کہ سورہ مجادلہ کی آخری آیت میں مذکور قوم اور سورہ المائدہ کی آیت: ۵۴ میں بیان کی گئی [بھیجی جانے والی] ”قوم“ ایک ہی قوم ہے اور اس قوم کی دیگر صفات اصحاب رسول ﷺ کی صفات سے بھی مشابہت رکھتی ہیں جس کا بیان سورہ الفتح میں آیا ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ
فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ
فِي الْإِنْجِيلِ ۚ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے
ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو [اے مخاطب]
انہیں دیکھیے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور
رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں
کے اثر سے ہے، یہی مثال توراہ میں ہے اور ان کی مثال انجیل
میں ہے؛) [سورہ الفتح: ۲۹]

مزید ایک اور قابلِ توجہ نکتہ یہ بھی ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے سورہ المائدہ کی مذکورہ آیت [۵۴] میں ”قوم“ کا لفظ استعمال کیا ہے اس لیے ضروری ہو گیا کہ اس قوم کا ”ہادی“ بھی اس قوم کے ساتھ ظہور پذیر ہو! کیونکہ وعدہ الہیہ کے تحت ”قوم اور ہادی“ لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس اصول کو سورہ السعد کی آیت: ے میں واضح فرما دیا ہے:

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ہر قوم کے لیے ایک ہادی [من اللہ] ہے)

اس آیت سے دو باتیں سامنے آتیں ہیں۔ اول یہ کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کے وعدے کے تحت قوم اور اس کے ہادی کا آنا ایک ضروری ”امراہی“ ہے اور یہ حقیقت ہادیانِ برحق کے بارے میں راجح تفہیم کا ازالہ بھی کرتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ قوم غیر عرب قوم ہے تو مصلحتِ یزدی کے تحت اس قوم کے ساتھ انہی میں سے، اس کے ”ہادی“ کا ہونا لازمی ہے کیونکہ ”قوم“ اور اس کے ”امام“ کا ہم زبان ہونا اور انہی میں سے ہونا... مامورینِ من اللہ کے تعین... کے ضمن میں سنتِ الہیہ کے عین مطابق ”امر“ ہے! یہ نہیں ہو سکتا کہ ”قوم“ عرب ہو اور ”امام“ کوئی ”عجمی“ ہو۔ جیسا کہ دوسری صدی ہجری کی ایک معروف عجمی شخصیت کو بعض لوگوں نے ”امامِ مہدی علیہ السلام“ متعارف کروانے کی کوشش کی تھی جب کہ انہیں مقامِ مہدی پر فائز دیکھنے کے متمنی افراد بشمول ان کے ساتھیوں [اصحاب] کے؛ کوئی ایسی جماعت کے طور پر شہرت نہ پاسکے جن کے بارے میں کہا جاسکے کہ ان کی صفات و خصائل وہی تھیں جو سورہ المائدہ کی آیت ۵۴ میں مذکور ”آنیوالی قوم“ کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا صورت حال کے برخلاف؛ آیت میں مذکور صفات کے پائے جانے کی گواہی صرف اور صرف دسویں صدی ہجری میں جو نیور [بھارت] کے داعی الی اللہ حضرت سید محمد بن سید عبداللہ بن سید عثمان شیرازی کے ”اصحاب“ اور ان کے تابعین و تبع تابعین کے حالات میں ملتی ہے جسے ایک سے زیادہ قابلِ اعتماد مورخین و محققین و وقائع نگاروں نے رقم کیا

ہے جن میں ملا عبدالقادر بدایونی، ڈاکٹر پروفیسر محمد سعید، ڈاکٹر پروفیسر قمر الدین، پروفیسر عبداللہ اختر کے علاوہ مفسر قرآن و محقق علامہ ابوالکلام آزاد قابل ذکر ہیں۔ [ملاحظہ ہو ”تذکرہ“ ابوالکلام آزاد صفحہ ۲۶ تا ۶۸] ملا عبدالقادر بدایونی نے اس بات کا اعتراف ان الفاظوں میں کیا کہ: ”اگر ان لوگوں کے حالات تفصیل سے لکھے جائیں تو ایک علیحدہ ”تذکرہ اولیاء“ لکھنا پڑیگا۔“

بیتہ پر ہونے والے افراد کی دیگر شناختی صفات:

اللہ سبحان و تعالیٰ نے بیتہ پر ہونے والے اشخاص کے شناختی خصائل و اوصاف اور دیگر نشانیاں بھی قرآن مجید میں بیان کر دی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ضمن میں پہنچائی جانے والی ”معلومات“ میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور مکلفین روزِ محشر اللہ تعالیٰ پر ”الزام“ نہ عائد کر دیں کہ:

”آپنے تو اس کے شناختی علامات، خصائل و اوصاف سے ہمیں آگاہ نہیں کیا تھا ورنہ تو ہم اس شخص کو پہچان لیتے اور اس کے مامور من اللہ ہونے کا انکار نہیں کرتے؛ ضرور اس کی تصدیق کرتے اور آپ کی رحمت سے مستفید ہوتے“

حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات کے شناختی اوصاف و خصائل کی ایک طویل فہرست ہے جسے اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ”حکمت“ کے لحاظ سے مختلف مواقعوں پر بیان کی ہیں؛ ذیل میں ہم بیِّنۃ پر ہونے والے شخص کی صفات کے بارے میں ایک مخصوص آیت پیش کرتے ہیں جو قارئین کی تشنگی دور کرنے کے لیے بہت کافی و ثانی ہے:

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَ اتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ (کیا اگر کوئی شخص اپنے

رب کی طرف سے واضح دلیل پر [قائم کیا گیا] ہو، اس جیسا ہو سکتا ہے جس کے برے اعمال اسے آراستہ کر کے دیکھائے جا رہے ہوں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہوں؟ [سورہ محمد: ۱۴]

مذکورہ بالا آیت کے مضمون سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو شخص بھی اپنے رب کی طرف سے ”واضح دلیل“ [بیینہ] پر قائم کیا جاتا ہے وہ نصلاً فطرتاً و اوصافاً ان لوگوں جیسا نہیں ہوتا جن کے برے اعمال، خوشنما بنا کر پیش کیے جاتے ہوں اور جو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے رہتے ہوں! لہذا ہم پر یہ امر آشکارہ ہوا کہ ایسا شخص جو اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے ”بیینہ“ پر ہوتا ہے، اپنی برائیوں اور کمزوریوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ اپنی برائیوں کی تعریف کرنے والوں اور خوش آمد کرنے والوں کو کبھی پسند نہیں کرتا اور نہ ہی وہ کبھی اور کسی حال میں اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے!

چند اہم شناختی علامات و اوصاف:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا سورہ محمد کی متذکرہ بالا آیت میں مذکورہ اوصاف کے علاوہ اور بہت سارے ایسے اوصاف ہیں جو قرآن مجید کی دیگر آیات یا احادیث نبویہ ﷺ میں بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً پیغمبر پر مامور اشخاص کے بارے میں آیا ہے کہ:

☆ وہ ”ائمہ مامور من اللہ“ ہوتے ہیں اسوجہ سے لوگوں کو ہدایت سے بہرہ ور کرنے کے لیے فکر و عمل کے ضمن میں ”رہنمائی“ کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ [سورہ بقرہ: ۱۲۴، الانبیاء: ۷۲] ☆ وہ اپنے سے پہلے مبعوث مامور من اللہ کی تصدیق و اتباع کرتے ہیں۔ [سورہ آل عمران: ۸۴]

- ☆ وہ ”حجۃ“ کے تکمیلی مدارج کے اتمام کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ [سورہ النساء: ۱۶۵]
- ☆ انہیں کتاب یعنی حکمہ اور نبوت (تشریحی یا غیر تشریحی) عطا کیے جاتے ہیں۔ [الانعام: ۸۹]
- ☆ بہت سے لوگ ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ [انعام: ۱۱۲]
- ☆ اصحابِ پیٹہ کو حکم ہے کہ اکثریت کا کہنا نہ مانیں ورنہ گمراہ ہو جائیں گے۔ [انعام: ۱۱۶]
- ☆ ایسے لوگ تکذیب یعنی جھٹلائے جاتے ہیں۔ [انعام: ۱۵۷]
- ☆ ایسے لوگ رحیم و نذیر ہوتے ہیں۔ [اعراف: ۶۱ و ۶۲]
- ☆ وہ ”دافعِ ہلاکت“ ہوتے ہیں۔ [اعراف: ۶۴]
- ☆ وہ ”صادق الوعد الالین“ ہوتے ہیں۔ [اعراف: ۶۸]
- ☆ انہیں چیلنج کیا جاتا ہے۔ [اعراف: ۷۰، ۷۱، ۷۲]
- ☆ وہ رحمت ہوتے ہیں۔ [اعراف: ۷۲]
- ☆ متکبر لوگ ان پر ایمان نہیں لاتے۔ [اعراف: ۷۵، ۷۶]
- ☆ ایسے لوگ بچا لیے جاتے ہیں یعنی اللہ کی امان میں ہوتے ہیں۔ [اعراف: ۸۳]
- ☆ ان کا مذہب مکروہ مانا جاتا ہے۔ [اعراف: ۸۸]
- ☆ یہ لوگ معجزات کے ساتھ آتے ہیں۔ [اعراف: ۱۰۱]
- ☆ ایسے لوگ دلائل و نشانیوں کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔ [اعراف: ۱۰۳]
- ☆ ایسے لوگ آزمائے جاتے ہیں۔ [البقرہ: ۱۲۴، اعراف: ۱۴۱]
- ☆ حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس لیے اتباع کے لائق ہوتے ہیں۔ [سورہ یونس: ۳۵]
- ☆ عدلِ الہیہ کے تقاضہ کے تحت واضح دلیل کی بنیاد پر بھیجے جاتے ہیں۔ [ہود: ۱۷]
- ☆ ان کے حامی و مصدقین غریب، کمزور و مظلوم طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ [سورہ ہود: ۲۷]
- ☆ یہ لوگ لا اکراہ فی الدین کے حکم پر عمل کرتے ہیں [ہود: ۲۸]
- ☆ انہیں غیب کی کچھ خبریں دی جاتی ہیں۔ [ہود: ۴۹]

☆ وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں اور اپنی خدمات کا کوئی صلہ نہیں مانگتے۔ [ہود: ۵۱]

☆ ان کی روزی کا بندوبست اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ [ہود: ۸۸]

☆ ان کے اقوال و افعال ”شکر“ و ”تزاز“ سے مبرا ہوتے ہیں۔ [ہود: ۸۸]

☆ یہ لوگوں کی اصلاح چاہتے ہیں [ہود: ۸۸]

☆ ایسے لوگ مفروضات پر یا اپنے ”تصورات کی وجہ“ پر ”دعوة الی اللہ“ نہیں دیتے بلکہ اپنی

بصیرت کی بنیاد پر اللہ واحد کی طرف ”دعوة“ دیتے ہیں۔ [سورہ یوسف: ۱۰۸]

☆ شیطان کو ان پر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا! [الحجر: ۴۲]

☆ گمراہ و ہٹ دھرم لوگ قیامت تک ان کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ [الحمدید: ۱۵]

☆ وہ خواہشات کی پیروی نہیں کرتے اور نہ جھوٹی خوش آمد پسند کرتے ہیں۔ [محمد: ۱۴]

☆ ان کی بعثت کے بعد اہل کتاب میں تفرقہ نمودار ہوتا ہے۔ [البینہ: ۴]

وہ صفات جو ان کی روزمرہ کی زندگی سے ثابت ہیں:

☆ وہ ”وہبی ولایت الہیہ“ کے حامل ہوتے ہیں۔

☆ وہ ”زہد و تقویٰ“ میں ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔

☆ وہ ”عبد صالح“ اور پابند ”حدود اللہ“ ہوتے ہیں۔

☆ کوئی شخص ان سے ”مباہلہ“ کی جرات نہیں کرتا۔

☆ وہ شجیع ہوتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔

☆ اپنی بعثت کے بعد وہ اپنے ”ذریعہ معاش“ کی تلاش میں سرگرداں نہیں رہتے۔

☆ وہ بے اختیار زندگی گزارتے ہیں اور دینی معاملات میں اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتے۔

☆ اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے ان کا رزق، انہیں ملتا رہتا ہے۔

مختصر عرض ہے کہ راقم الحروف ان مقدس حضرات کی ساری صفات و صلاحیتوں اور کمالات کو کما حقہ بیان کرنے سے عاجز ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہے کہ اتنی ساری واضح صفات و شناختی علامات کے باوجود لوگوں کا انہیں پہچاننے سے انکار کر دینا تعجب کا باعث اس لیے نہیں ہوگا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی و لٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ کے عین مطابق ہو رہا ہے جو کہ معہی علیہ السلام کے مشن کا مقدر ہے اور یہ صورت حال اصلاً مصدقین کی تسلی و اطمینان کا باعث بنتی جا رہی ہے کیونکہ نزول عذاب کے اصولوں کے تحت معہی اور عیسیٰ علیہما السلام کی تکذیب و استہزاء کے بغیر ”عذاب الاکبر“ انہیں سکتا!

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ﴾

[ساری حمد و ثناء اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں ان باتوں کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت یافتہ نہ ہوتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا!]

مصادر و منابع:

- ۱- تیسیر القرآن [اردو ترجمہ] علامہ عبدالرحمن کیلانی، حافظ عتیق الرحمن کیلانی، دارالسلام، دکن پورہ، لاہور
- ۲- قرآن مجید معہ اردو ترجمہ و تفسیر مترجم: محمد جونا گڑھی، شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، سعودی عربیہ
- ۳- لغات القرآن عبدالرشید نعمانی، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، پاکستان
- ۴- مفردات القرآن مولف: علامہ راغب اصفہانی، مترجم: محمد عبدہ، فیروز پوری، ناشر: شیخ شمس الحق، ۲۸- کشمیر بلاک، اقبال ٹاؤن لاہور
- ۵- لغات القرآن غلام احمد پرویز، ادارہ طلوع اسلام، ۲۵- بی، گلبرگ، لاہور
- ۶- معلم لغات القرآن مولفہ سید اعجاز حیدر، دارالتدکیر، اردو بازار، لاہور
- ۷- The Holy Quran عبداللہ یوسف علی، امانہ کارپوریشن، میری لینڈ، امریکہ
- ۹- تذکرہ مولف: ابوالکلام آزاد، ماہیتہ اکیڈمی، لاہور
- ۱۰- شواہد و ولایت مولفہ: میاں برہان الدین، ادارہ سلف الصالحین، مشیر آباد، حیدرآباد۔ بھارت